



شعوری یا غیو شعوری طور پر اپنے معصوم بچوں کی زندگی بہنم بنانے والے لوگ یہ تحریر ضرور پڑھیں۔ ممکن ہے انہیں چند اور ناداد نشینے لہا تہ آجائیں!

بچے بگاڑو

سلیم اختر

وہ ہنسنا "صاحب! میں تو محاورے میں بات کر رہا تھا" سارے فساد کی جڑ یہی انداز نظر ہے کہ ہم بہت سے محاورات کو اصول حیات بنالینے میں حقیقت فراموش کر دیتے ہیں کہ محاورے میں لفظ مجازی معنی ہیں استعمال ہوتا ہے۔ میں محاورات میں گفتگو کا شوقین نہیں اس لیے میں لفظ مجازی معنی میں استعمال نہ کروں گا چنانچہ میں جب مضمون کا عنوان "بچے بگاڑو" رکھتا ہوں۔ تو میرا مقصود یہی ہے بچے بھی آپ کے ہیں اور انہیں بگاڑنا بھی آپ ہی نے ہے۔ میں تو صحت دیوار پر زور اساتھ لگاؤں گا۔

بچوں ہیں احساس محومی؛

ہم بڑے — یعنی بالغ افراد — بچوں کے بارے میں ایک غلط فہمی ہیں مبتلا چلے آتے ہیں ہم اپنے مقابلہ میں جب بچے کو غم روزگار کی الجھنوں سے آزاد دیکھتے ہیں تو عمدہ طفلی گوزریں اور سنہری دور قرار دیتے ہیں۔ غم آلام کی زنجیروں ہیں جکڑے افراد بچے کو بادشاہ سمجھتے ہیں۔ یہ انداز فکر غلط ہی نہیں، مگر لہ کن بھی ہے۔

”میرا“ تو یہ اصول رہا ہے کہ بچوں کو کھلاؤ سونے کا نوالہ، مگر نگاہ شیر کی رکھو! میں نے بات کرنے والے کے سونکھے جسم، مڑجھلے چہرے اور چندھی آنکھوں کو دیکھا۔ یہ شخص شیر کی تو نہیں، البتہ گیدڑ کی آنکھ سے ضرور دیکھ سکتا تھا۔ اب وہ اپنی آنکھ کو خود ہی شیر کی آنکھ سمجھتا رہے تو اس میں کسی کا قصور نہیں۔ ”اچھا! تو آپ سونے کا نوالہ کھلاتے ہیں اپنے بچوں کو؟“ ”جی ہاں!“

”کیا بھلا ہے سونے کا ان دنوں؟“ ”عابلاً ساڑھ سات سو روپے تو لے“ ”اور آپ کی تنخواہ کتنی ہے؟“ ”نیا منگانی الاؤنس ملا کر کوئی پانچ سو روپے کے قریب بنتی ہے۔“ ”اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ اپنے سات بچوں کو مہینہ میں سونے کا ایک ٹون بھی نہیں کھلا سکتے۔ نوالہ تو بہت دور کی بات ہے۔“

جہاں تک عملی زندگی کی الجھنوں اور پیٹ پالنے کا تعلق ہے، تو بچہ واقعی ان فہم داریوں سے آزاد ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پریشانی اور ذہنی الجھنوں سے بھی آزاد ہے۔ بچے کی زندگی — اور اس میں بہت چھوٹی عمر کے بچے بھی شامل ہیں، اس کے ہیجانوں (EMOTIONS) سے تشکیل پاتی ہے۔ یہ ہیجانوں وہی ہوتے ہیں جن سے ہم آپ سب آشنا ہیں غصہ، حسد، پیار، مسابقت، احساس محرومی، اور مرکز نگاہ بننے کی خواہش — ان سب کا بہت چھوٹی عمر کے بچوں میں بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی لیے تو نفسیات میں بچوں کی نفسیات ایک جداگانہ اور بے حد اہم شعبے کی حیثیت رکھتی ہے۔ بچوں کے کردار و اطوار کے نفسی مطالعات نے ان سب ہیجانوں اور ان سے وابستہ کردار و عمل کے سانچوں پر مفصل روشنی ڈالی ہے، بلکہ

— اولیٰ نیک ایسے نفسیات دان تو درجہ مادر ہیں بھی بچے کو شعور بگاڑ نہیں سکتے۔ اس لیے آپ اگر اپنے دو یا چار یا چھ سال کے بچے کو بھی شعور سے بے گاہ سمجھیں تو آپ اس کا حق ہے۔ اور حقیقت میرا خطاب بھی ایسے ہی والدین سے ہے۔ بچہ بگاڑنے کے لیے پہلا عمل قدم یہ ہے کہ آپ اس کے جذبات و احساسات کی پروا نہ کرتے ہوئے انہیں ہر ممکن طریقہ سے مجروح کرنے کی کوشش کریں۔

آپ نے کبھی اس نقطہ نظر سے بچوں کو نہ دیکھا ہو گا کہ بعض امور میں بچہ بھی پالتو کتے کی طرح ہوتا ہے۔ دونوں گھڑیوں میں داخل ہونے پر بھاگ کر استقبال کرتے ہیں، دونوں اچھل اچھل کر اور (پٹروں کی پروا کیے بغیر) پٹ پٹ کر اظہار محبت کرتے ہیں۔ دونوں ایک گھر کی سیم جاتے ہیں اور ایک مسکراہٹ سے خوش

منگائی کا اصل ذمہ دار کون ہے؟



اپنے قارئین کو اس موضوع پر
اظہار خیال کے دعوت دیتا ہے

ملک میں روز بروز بڑھتی ہوئی منگائی کی اصل ذمہ داری آپ کے خیال میں کس پر عائد ہوتی ہے اور کیوں؟ علاوہ ازیں منگائی کے سدباب کے لیے آپ کے پاس کون سی تجاویز ہیں

آپ کے خطوط ایک خصوصی فیچر میں شمار و جون میں شائع کیے جائیں گے۔ اس خصوصی فیچر کے لیے ہم ملک کے نامور ماہرین معاشیات و اقتصادیات سے بھی رابطہ قائم کر رہے ہیں!

اپنے خطوط ۱۵ مئی تک ارسال کر دیجئے!

(مدیر، سیارہ ڈائجسٹ)

ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ مسلسل بُرے سلوک سے دونوں گھر چھوڑ کر بھاگ بھی جاتے ہیں شاید آپ کہتے سے یہ موازنہ پسند نہ کریں۔ لیکن ہیں تو اس سے محبی دس قدم آگے جا کر آپ کو یہ مشورہ دے رہا ہوں کہ اولاد کے ساتھ ایسا برتاؤ روا رکھو کہ گھر میں رہ جانے مگر وہ نہ ہے۔ اس برتاؤ کا آغاز کم بخت سے ہونا چاہیے۔ چھوٹی عمر کا بچہ آپ سے صرف توجہ کا طالب ہوتا ہے سو ہر ممکن طریقہ سے اسے اس سے محروم رکھیں۔ اس مقصد کے لیے مار پٹائی ضروری نہیں بچپتے میں احساس محرومی پیدا کرنے کے ذرائع بہت نوع کی کمی نہیں اور ہر سمجھ دار باپ یا ماں اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق بچہ کو پڑھ کر دہ کرنے کے طریقے ایجاد کر سکتا ہے۔ ویسے آپ کی سہولت اور راہنمائی کے لیے چند ٹوٹکے میں بھی گوش گزار کیے دیتا ہوں۔

گھر کے میدان جنگ کا زخمی:

بہت کم میاں بیوی ایسے ہوں گے جن میں ہر لحاظ سے مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہو۔ جذباتی عدم مطابقت اور ذہنی تفاوت کھلی جنگ کی صورت میں ظاہر ہونے پر بھی بد مزاجی، چڑچڑاہٹ، طعن و تشنیع اور وقت بے وقت کی ٹوک جھونک کی صورت میں دونوں کے لیے باعث تسکین بنتی رہتی ہے۔ یہ تو ہونی ایک عمومی بات — لیکن ایسے بھی گھر ہیں جہاں ہر وقت سیاں بیوی میں ٹھنی رہتی ہے اور مالم یہ ہوتا ہے کہ خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں۔ یوں گھر ایک میدان جنگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور میاں بیوی ہر وقت اپنا اپنا مورچہ سنبھالنے رہاں لی تیغ آبدار سے ایک دوسرے پر شخون مارتے رہتے ہیں۔ یہ لڑائی بہت کم فیصلہ کن جنگ کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اس لیے وہ دونوں تو بچے رہتے ہیں لیکن زخمی پتے ہوتے ہیں۔

بچوں کی پرداخت کے لیے گھر کا خوشگوار ماحول اتنا ہی ضروری ہے جتنی ادوں کے لیے ہوا پانی، اس لیے آپ ہر ممکن طریقہ سے گھر کو ماحول کو زہراؤ دہانے رکھیں تاکہ بچے ذہنی طور سے کبھی بھی نہ پت پت سکیں۔ اس ضمن میں یہ نہ دیکھیں کہ زیادتی کس کی نہیں اور بات کو کیسے خوش اسلوبی سے ختم کیا جاسکتا ہے۔ صوف یہ کوشش جاری رہے کہ جلتی پرتیل ڈالنے میں کمی نہ آئے۔ اس کے فوائد میں بچوں کی اعصابیت اور اس سے جنم لینے والی دیگر ذہنی الجھنوں کو سر نہرست رکھا جاسکتا ہے۔ ہر وقت کی اس جو تھپیر کے نتیجے میں بچے جس عدم تحفظ کا شکار ہوں گے۔ اس کی وجہ سے آئندہ زندگی میں مُر جھائے ہوئے اور کللائے ہوئے افراد کا رُپ اختیار کریں گے۔ انہوں نے اپنے والدین کو ایک دوسرے کی عزت کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے وہ کسی کی عزت کر سکیں گے اور دوسری سے اپنی عزت کرا سکیں گے۔ ماں باپ کی یہ جنگ ذاتی بچوں میں جس انداز نظر کو پیدا کر دے گی اس کی بنا پر وہ زندگی بھر افراد کو دوست و متحاب

گرد ہوں کی صورت میں دیکھیں گے۔ ان کے لیے مام زندگی کے معمولی مظاہر بھی جنگ کے امکانات سے مملو نظر آئیں گے اور وہ ہر موقع پر خود کو اس جنگ کے شعلوں میں گھرا محسوس کریں گے۔ اس کا نتیجہ دو صورتوں میں رونما ہو گا یا تو وہ اس جنگ میں اپنے مثبت کردار کی بطریق احسن ادائیگی کے لیے خود بھی جارح اور جنگجو بن جائیں گے ورنہ اس کے برعکس مصافحہ زلیت سے محروم ہو کر بڑے کی مانند تمام زندگی خوف و ہم اور دوسو سوں کے جنگل میں بھٹکتے رہیں گے۔

سیاسٹ درباں

جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا گیا بچوں کے جذباتی مسائل اور ان سے جنم لینے والی جذباتی الجھنیں کم عمری سے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس نقطہ نظر سے دیکھیں تو بچے کا سب سے بڑا جذباتی مسئلہ باقی بہن بھائیوں میں اپنے لیے ایک موزوں مقام بنانا ہوتا ہے۔ بچوں میں حسد اور رقابت اور ان سے جنم لینے والے احساس مسابقت کی یہی وجہ ہوتی ہے اس میں چاہے اور چاہے جانے کی خواہش کا اولین مرکز والدین بنتے ہیں۔ اس لیے آپ ہر ممکن طریقہ سے اس کے ان جذبات پر سرد پانی ڈالتے رہیے۔ آپ سے ناامید ہونے کے بعد وہ ارد گرد نگاہ دوڑائے گا تو سب سے پہلے اسے اپنے سے کچھ بڑے اور کچھ چھوٹے بھائی بہن نظر آئیں گے۔ بحیثیت والدین آپ سب کو ایک نگاہ سے دیکھیں گے۔ لیکن یہ تو کتابی بات ہوتی جبکہ عملی زندگی کو پیش نظر رکھتے ہیں آپ بھی کتابوں کے اقوال زریں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بچوں میں امتیازی سلوک کی طرح ڈال کر ان سب میں حسد و جلن، رقابت اور نفرت کے بیج بودیں۔ یقین مانئے اس سے نہایت اعلیٰ فصل تیار ہوگی۔ آخر آپ پہلے بچے کو باقیوں پر کیوں ترجیح نہ دیں۔ یا سب سے چھوٹا سب سے زیادہ لاڈلا کیوں نہ ہو، لڑکے سے نسل چلنی ہے اس لیے اسے لڑکیوں پر ہر لحاظ سے فوقیت دینی چاہیے۔ الغرض! ترجیحی سلوک کے لیے وجوہات کی کمی نہیں۔ شاعر نے ٹھیک ہی تو کہا تھا ص

خوئے بد را بہانہ بسیار

امتیاز پر مبنی والدین کا یہ طرز عمل دو جہات کا حامل ہو گا کیونکہ ماں اور باپ دونوں کی پسند میں یکسانیت ضروری نہیں (بلکہ ان کی انفرادیت ہی اسی میں مضمر ہے) اس لیے اولاد میں سے ترجیحی سلوک کے لیے علیحدہ علیحدہ بچے منتخب ہوں گے۔ یہ طرز عمل بچوں میں جن الجھنوں کو جنم دے گا، ان کا نفسیاتی مطالعہ پر لطف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ جیسے چاہ رہا ہے، ماں اُسے گھاس نہیں ڈالتی۔ ادھر ماں جس کی والدہ شیدائے باپ اس کی صورت سے بیزار ہے۔ اس کے نتیجے میں تمام گھر میں جس طرح کی پارٹی بازی ہوگی اس کی افادیت اپنے ملک کی سیاسی پارٹیوں ایسی

ہوگی۔ بچے بچوں کے بھی خلاف ہوں گے اور والدین ہیں سے ایک کے ساتھ برسرِ پیکار بھی۔ اس سیاسی حکمت عملی کے نتیجے میں کچھ بچے اپنے مخصوص مفادات کے تحفظ کے لیے ویسا ہی اتحاد کر لیں گے۔ جیسے آج کل صوبائی خود مختاری کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں گھریا تو مکمل طور پر آزادی اور خود مختاری کی کلاسیکل مثال بن جائے گا۔

ورنہ سیاسی جیل خانہ!



مطلق العنان

اکھوتے بچے کا مطالعہ ان سب سے جداگانہ ہوگا۔ وہ اپنی جنت کا بلا شریک غیرے مالک ہوتا ہے۔ اس لیے والدین کی محبت اور توجہ کے حصول کے لیے اسے دیگر مقابلہ بازوں کے سامنے نہیں آنا پڑتا۔ ایسے بچے کو لگاڑنے کے لیے کسی خصوصی کوشش کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس مقصد کے لیے اس کا اکھوتا پن ہی کافی ہے زیادہ ہے۔ مگر سمجھ دار والدین اکیلے بچے کو بے ہمار نہیں ہونے دیتے۔ لیکن ہمیں ان سمجھ دار والدین سے کیا لینا ہے۔ جہاں تک پہلے بچے کا تعلق ہے۔ تو دیگر بچوں کی آمد سے پیشتر وہ بھی اکھوتا ہوتا ہے اس لیے اس کی سرشت میں اکھوتے پن کے جراثیم باقی رہ جاتے ہیں۔ اکھوتا اور اسی نوع کے دیگر بچے والدین اور رشتہ داروں وغیرہ کے خصوصی سلوک کی بنا پر اس غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ ع — ہجوماد بگڑے نیست — اس پرستزاد یہ احساس ”جدھر دیکھتا ہوں ادھر میں ہی میں ہوں“

ابتدا ہی میں اس کے لاشریک ہونے کے احساس کو اگر ختم نہ کیا جائے تو یہ بڑے ہو کر خود غرض، ضدی، کم ظرف، اور بے اصول افراد کی صورت میں دوسروں کے لیے باعثِ آزار بنتے ہیں اس لیے ان کی تربیت اور تہذیب نفس کی کبھی بھی کوشش نہ کریں بلکہ اس کے برعکس انہیں قدم قدم پر یہ احساس کرانا چاہیے کہ اپنی ذات میں — شہر بے ہمار بنو اور اجتماعی لحاظ سے مطلق العنان بادشاہ! اس سے اس کی شخصیت میں جو زہر ناک کیفیات پیدا ہوں گی۔ ان کے باعث نہ وہ کسی سے خوش رہ سکے گا اور نہ اس سے کوئی! اب یہ دوسری بات ہے کہ آج کل سب سے زیادہ سختی بے چارے مطلق العنان بادشاہ ہوں ہی پڑاتی ہے۔



لاڈ اور مار کے فوائد

آپ نے بچے پیدا کیے ہیں اس لیے لاڈ بھی آپ ہی کا حق ہے، ظاہر ہے آپ کے لاڈلے بچوں سے نالاں پڑوسی تو آپ کے بچوں کا لاڈ کرنے سے رہے۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے ۹۹ فی صد گھرانوں میں لاڈ پیار بچوں کے لگاڑنے کے لیے نہایت کامیابی اور خوش اسلوبی سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے بطور خاص اس کی افادیت اُجاگر کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ پیار اور لاڈ میں جو لطیف فرق

ہے، اس کی طرف توجہ دلائی ضروری ہے۔ یہ دونوں الفاظ مترادف نہیں مگر ہم انہیں ہمیشہ اکٹھے بولتے ہیں۔ پیار مثبت جذبہ ہے اور پیارے اور پیار کرنے والے دونوں کی شخصیت کے بعض اہم تقاضوں کی تکمیل کرتا ہے جبکہ لاڈ منفی رجحان ہے اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ بچے کو غلطی پر روکنا تو کنا اس کی صحت مند نشوونما کے لیے لازم ہے۔ لیکن جب لاڈ کے نام پر اسے منع نہ کیا جائے تو والدین کا یہ طرز عمل مُضر ثابت ہوگا۔ اس لیے آپ کبھی بھی بچے کو نہ ٹوکیں۔ کیونکہ وہ تو آپ کا لاڈلہ ہے بالخصوص شہرات اور بدتمیزی کے معاملہ میں بچے کی ہمیشہ عرصہ افزائی کرتے رہیں۔ اگر دوسرے بچوں کے ساتھ وہ لڑا ہے، یا ان سب نے مل کر کوئی حرکت کی ہے، تو غلطی پر ہونے کے باوجود بھی اپنے بچے کی طرف داری کریں۔ گھڑائے مہمانوں کے سنا بدتمیزی کرے۔ گلی سے گزرتے لوگوں کے سروں پر گڑا پھینکے۔ گالیاں دے مجبور بولے۔ دوسرے بچوں کی چیزیں چھین لے — یہ اور اس نوع کی دیگر باتوں پر اسے کبھی نہ ٹوکیے کیونکہ لاڈلے بچے ان باتوں پر کبھی نہیں ٹو کے جاتے۔

بچوں کی نفسیات کے ماہرین کا اس پر اتفاق ہے کہ غلطی کے بعد بچے کو لاڈ اور طور پر سزا کا خواہاں ہوتا ہے۔ اس لیے مناسب سزا مثبت نتائج کی حامل ہوتی ہے۔ اس سے اُس ہنس بوعفت کے بعد قواعد و ضوابط کا احترام پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ تھوڑی سی مار اس کے لیے کبھی بھی باعثِ نقصان نہ ہوگی۔ اس لیے آپ کا رویہ اس کے برعکس ہونا چاہیے۔ پہلے لاڈ سے خوب اس کا ستیا ناس کر لیں اس کے بعد فرضی درمی سے گرد جھاڑنے کے حساب سے اس کی ٹھکانی کریں غلطی کرنے پر کبھی کبھار نہیں، بلکہ بات بے بات ہمیشہ! مار کے ساتھ گالیاں سونے پر سہاگے کا کام کریں گی۔ آپ کے لب بہت شیریں ہیں اس لیے وہ گالیاں کھا کر بے مزہ نہ ہوگا۔ اگر ہوگا بھی تو اس کا اظہار نہ کرے گا۔ بلکہ اسی طرح ضرورت سے زیادہ مار کھانے کے بعد وہ رو دھو کر معافیاں مانگ لے گا۔ لیکن اس سے اس کی شخصیت میں نفرت، حقارت اور انتقام کے جو جراثیم داخل ہو جائیں گے۔ بوعفت کے بعد ان کی زہریلی فصل تیار ہوگی تو پھر آپ کا نام روشن ہوگا۔

صاحبِ بصیرت والدین کے لیے یہ چند ٹوٹکے پیش ہیں۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ ان سے کیا اخذ کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے آپ کے ہیں اور انہیں لگاڑنا اور برباد کرنا آپ کا پیدا نشی حق ہے۔ اس لیے جو باتیں مجھ سے رہ گئیں انہیں بھی آزمائیں اور لادیتا کیجئے کہ گھر میں آپ کی زندگی اجیرن ہو تو باہر دوسروں کا البتہ اس سلسلہ میں اگر معاشرو انہیں جیل خانے یا پاگل خانے بھیج دے تو پھر پریشان نہ ہوں کیونکہ یہی آپ کا مقصود تھا۔

3-STAR5